صدر اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس

کا معزز اراکین پارلیمنٹ کے نام کھلا خط

بخدمت گرامی محترم ومکرم رکن قومی اسمبلی/ سینٹ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

دینی مدارس کے مسائل سے متعلق چند ضروری گزارشات کے لیے آنجناب کو زحمتِ التفات دی جارہی ہے۔ آپ جیسے مخلص ومنصف مزاج حضرات سے اُمید ہے کہ وہ پروپیگنڈہ کی اس مسموم فضا میں دینی مدارس کا موقف جاننے اور اس پر ہمدردانہ غور کی زحمت ضرور گوارا فرمائیں گے۔

جیسا کہ آنجناب کے علم میں ہے کہ دینی مدارس کا نظام صدیوں سے قائم ہے۔ قیامِ پاکستان سے آج تک کی تاریخ ہم سب کے سامنے ہے۔ دینی مدارس عصری سیاست سے کنارہ کش رہ کر خاموشی سے اشاعت دین کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مدارس کی دینی خدمات کا اعتراف دوست دشمن سب کرتے ہیں، مگر کچھ عرصہ سے بین الاقوامی استعماری قوتوں نے مدارس کے خلاف الزامات کا طوفان اُٹھا رکھا ہے۔ مدارس پر عسکریت پسندی، فرقہ واریت اور مذہبی منافرت پھیلانے جیسے بے سروپا اور من گھڑت الزامات عائد کر کے ان کی حیثیت عرفی کو مجروح کیا جارہا ہے۔

حکومتِ پاکستان بھی بعض نامعلوم وجوہ کی بناء پر دینی مدارس کو رجسٹریشن کے نام پر مختلف پابندیوں میں جکڑنا چاہتی ہے۔ اس صورتِ حال پر غور وخوض کے لیے ۱۱ستمبر ۲۰۰۵ء کو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور ملک کی اہم دینی شخصیات کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں مدارس کو درپیش مسائل پر غور وفکر کے بعد بالاتفاق طے کیے جانے والے اُمور سے قومی نمائندوں کو آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اُمید ہے کہ آنجناب اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد قومی اسمبلی/ سینٹ میں مدارس کے مسائل کو اُجاگر اور حل کرنے میں اہلِ مدارس سے تعاون فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے۔

رجسٹریشن: حکومت نے حال ہی میں ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ میں سیکشن ۲۱ کا اضافہ کر کے مدارس کو اس کے تحت رجسٹریشن کرانے کا پابند کیا ہے۔ اس ترمیمی آرڈیننس کے تحت رجسٹریشن کرانے کی صورت میں نئے مدارس کے قیام پر پابندی قبول کرنا ہوگی۔ مدارس کے آمد وخرچ کو آڈٹ کرانے کے علاوہ رجسٹرار کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ علاوہ ازیں حکومت کے اس اختیار کو تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ کسی بھی وقت کسی مدرسہ پر عسکریت پسندی، فرقہ واریت یا مذہبی منافرت

پھیلانے کا الزام عائد کر کے اسے بند کر سکتی ہے۔ان مفاسد کی بناء پر ''وفاق المدارس'' کی مجلسِ عاملہ اور ملک کی اہم دینی شخصیات نے یہ متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ دینی مدارس ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کے لیے تیار ہیں، مگر وہ سیکشن ۲۱ کے تحت امتیازی پابندیوں کے قانون کو قبول نہیں کریں گے۔

یہ اَمر بھی ملحوظ رہے کہ اگر اس سیکشن کا مقصد تعلیمی اداروں کو مربوط کرنا ہوتا تو پرائیوٹ اسکولوں کو بھی اسی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کا پابند کیا جاتا، جب کہ رجسٹریشن کی لازمی پابندی کی یہ تلوار صرف مدارس کی گردن پر رکھی گئی ہے۔ نیز تمام مکاتبِ فکر کے دینی مدارس و جامعات کی تنظیمات اور وفاقوں پر مشتمل ''اتحاد تنظیماتِ مدارس دینیہ پاکستان'' نے بھی ۱۲ستمبر ۲۰۰۵ء کو اسلام آباد میں منعقدہ اپنے اجلاس میں درج ذیل قرارداد، اتفاق رائے سے منظور کی ہے:

''سوسائٹیز ایکٹ ۱۸۶۰ء اور ٹرسٹ ایکٹ ۱۸۸۲ء کے تحت ہمیں رجسٹریشن غیر مشروط طور پر منظور ہے، بلکہ ہمارا یہ مطالبہ رہا ہے۔ البتہ جو نیا ترمیمی رجسٹریشن آرڈی نینس جاری کیا گیا ہے یہ امتیازی ہے اور اس کے بارے میں ہمارے تحفظات ہیں۔ اگر ہمارے تحفظات کا قانونی طور پر ازالہ کر دیا جائے تو ہم ازسرِنو اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ تاہم موجودہ شکل میں یہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ نیز ہم صدرِ مملکت اور وزیر اعظم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے تمام درجات کی اسناد کی منظوری اور غیر ملکی طلباء کا مسئلہ ترجیحی طور پر حل کریں تا کہ اہلِ مدارس کا اعتماد بحال ہو''۔

دینی اسناد: وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور دیگر مسالک کے تعلیمی وفاقوں کی آخری سند کو حکومت نے ۱۹۸۲ء میں ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے برابر تسلیم کیا تھا۔ ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات میں ان اسناد کی حیثیت زیرِ بحث لائی گئی تو چیف الیکشن کمشنر نے صوبائی الیکشن کمشنرز کی مشاورت کے بعد ۹ جولائی ۲۰۰۲ء کو دینی مدارس کے فضلاء کے لیے ۱۴۲ ا دی گزٹ آف پاکستان دینی ایکٹ کے تحت مدارس کی سند کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لینے کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔ چیف الیکشن کمشنر سابق چیف جسٹس آف پاکستان ہیں۔ گویا یہ عدلیہ سے تعلق رکھنے والی اعلیٰ ترین شخصیت کا فیصلہ تھا۔ اسی فیصلے کی بنیاد پر ستر سے زائد افراد پارلیمنٹ کے ممبر بنے، جو اب تک اپنے مناصب پر فائز ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ کی نظر میں دینی اسناد کی اہمیت، حیثیت اور عظمت مسلمہ ہے اور ان کا حامل فرد کسی بھی لحاظ سے یونی ورسٹی کے ایم۔ اے عربی یا اسلامیات سے کمتر نہیں ہوتا۔ جس نوٹیفکیشن میں ان کی سند کو ''صرف تدریسی مقاصد کے لیے'' ایم اے کے برابر قرار دیا گیا ہے وہ اس وقت کی بات ہے جب الیکشن میں حصہ لینے کے لیے تعلیم یا سند کی شرط نہیں تھی۔ اس لیے ہمارا مطالبہ ہے کہ ''وفاق'' کی سند کو بلا امتیاز ایم اے کے مساوی قرار دیا جائے اور مذکورہ نوٹیفکیشن سے ''صرف تدریسی مقاصد کے لیے'' کے الفاظ حذف کیے جائیں۔

یہ اَمر بھی قابلِ تعجب ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے ''وفاق المدارس'' کی اعلیٰ ترین سند کے بارے میں فیصلہ دیتے وقت خود ''وفاق'' کا مؤقف سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

غیر ملکی طلبہ کا اخراج: جناب صدرِ مملکت نے ۲۹ جولائی ۲۰۰۵ء کو ایک پریس کانفرنس کے ذریعے دینی مدارس میں زیر تعلیم تمام غیر ملکی طلباء کی ملک بدری کا حکم جاری فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ دسمبر ۲۰۰۱ء میں 'وفاق' کی قیادت کو یہ یقین دہانی کرا چکے تھے کہ مکمل سفری دستاویزات اور وزارتِ داخلہ کا این او سی رکھنے والے طلباء کو ڈی پورٹ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اب انھوں نے اپنے ہی وضع کردہ اصول اور طریق کار کے خلاف ملک میں ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ غیر ملکی طلباء کو فوری طور پر ملک سے نکل جانے کا حکم دیا ہے، حالانکہ ان میں سے کسی کا نام کسی بھی جرم میں کسی بھی تھانے میں کسی بھی ایف آئی آر میں درج نہیں۔ دوسری طرف بھارت نے ایسے تمام طلباء کو کھلی پیشکش کی ہے اور ائیر پورٹ پر ویزا فراہم کرنے کی سہولت دی ہے۔ غیر ملکی طلباء پاکستان کے غیر سرکاری سفیر ہیں جو اپنے اپنے ممالک میں پاکستان کے لیے ہمدردی اور محبت کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں۔ ان طلباء پر پابندی غیر شرعی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے۔

انٹر مدرسہ بورڈ: حکومت مختلف ''وفاقوں'' پر مشتمل ایک ''انٹر مدرسہ بورڈ'' بنانے کی خواہاں ہے، جس کا مقصد مدارس کو کنٹرول میں لانا اور ان کے تعلیمی نظام میں مداخلت کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر حکومت اس مسئلہ میں مخلص ہے تو وہ تمام وفاقوں کو الگ الگ بورڈ کا درجہ دے کر ان کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرے۔ تمام ''وفاق'' امتحان لیں اور اسناد کا اجراء خود کریں۔ گورنمنٹ ان اسناد کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرے۔

گزارش ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آنجناب کو جو منصب عطا فرمایا ہے اس کا تقاضا ہے کہ آپ ملک کے دینی حلقوں کی آواز کو اپنی تائید کے ساتھ حکومتی ایوانوں میں جماعتی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر بلند فرمائیں۔ مندرجہ بالا تمام مسائل غیر سیاسی ہیں، مگر ان کا پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت سے گہرا تعلق ہے۔ آنجناب سے التماس ہے کہ ان مسائل میں دینی مدارس کی بھرپور تائید فرمائیں۔

بہشت کے باسی

عہدِ صحابہؓ میں ایک حبشی غلام باغ میں کام کر رہا تھا، اس کا کھانا آیا تو ساتھ ہی ایک کتا بھی باغ میں آ کر غلام کے پاس کھڑا ہو گیا۔ غلام نے ایک روٹی اس کے سامنے ڈال دی، وہ کھا کر کھڑا رہا، غلام نے دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی ڈال دی اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتفاق سے وہیں کھڑے دیکھتے رہے، انھوں نے غلام سے پوچھا: ''تمھارے لیے روزانہ کتنی روٹیاں آتی ہیں؟'' کہا ''تین روٹیاں''۔

فرمایا: ''پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا؟'' غلام کہنے لگا ''دراصل یہاں کتے رہتے نہیں ہیں، یہ غریب بھوکا کہیں بڑی دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے، اس لیے مجھے اس کو بھوکا واپس کرنا اچھا نہیں لگا''۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آج خود کیا کھاؤ گے؟'' غلام نے کہا ''ایک دن فاقہ کرنا کیا مشکل ہے''۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سخاوت میں بڑے مشہور تھے، فرمانے لگے ''لوگ مجھے سخی کہتے ہیں جب کہ مجھ سے بڑا سخی تو یہ غلام ہے، چنانچہ انھوں نے مالک سے وہ باغ اور غلام خریدا، غلام کو آزاد کر کے باغ اسے ہدیہ کر دیا۔

(مراسلہ: ابوالفضل الطالقانی)